فکر اقبال میں اندلسیت

شہزاد خان۔پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو جامعہ پشاور
ڈاکٹر سلمان علی۔پروفیسر، شعبہ اردو، جامعہ پشاور

ABSTRACT:

Andalusia of the past (Modern Spain) has a permanent mark on the poetry of Iqbal. The scholarly deeds and socio political adventures of the Muslim Arabs of the Middle Ages in Spain is a source of vital force in Iqbal's thoughts. In almost all his verses a reader feels the aesthetics and grandeur of Andalusian portraits which are valued highly by Iqbal and which are considered as the marvel of the past .Ins this article these jewels of Iqbal's thoughts are discussed and analyzed with reference to specific Iqbal's verses, so to grasp the importance and value of the past Andalusia (Undlasiyyat) in the thoughts and poetry of Iqbal.

عمومی معنوں میں اندلسی ملک اندلس (Andalusia) کے باشندوں کے لئے بولا جاتا ہے لیکن کلام اقبال میں اندلسی مراد وہ اندلسی مسلمان خصوصاً عرب ہیں۔ جنہوں نے آٹھویں صدی عیسوی کے ابتدا میں اندلس کو فتح کر کے ایک شاندار اسلامی تہذیب کی بنیاد ڈالی۔ عربوں نے اندلس میں جس عظیم الشان تمدن کو پروان چڑھایا اس کے اثرات نہ صرف خطہ اندلس کے باقی اقوام کے لئے انقلاب انگیز ثابت ہوا بلکہ یورپ اور بحیرروم کی اقوام اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ یہ اثرات اتنی دیرپا ثابت ہوئیں کہ آج بھی اس کے نقوش پر انسانی تخیل ناز کرتی ہے۔ یہ وجہ ہے کہ اقبال جیسے رومانی مفکر اور شاعر کے افکار پر اس تمدن کے بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ کلام اقبال میں نہ صرف اندلسی تہذیب اور کرداروں پر الگ الگ نظمیں موجود ہیں بلکہ اندلس سے متعلق مفترق افکار اردو اور فارسی کلام دونوں میں جگہ جگہ ملتی ہیں۔ اندلسی تہذیب کیلئے اقبال کے والہانہ عشق کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس تہذیب کا ناصرف تاریخی حوالے سے تحقیق کی جائے بلکہ یہ بھی ضروری ہے اس سرزمین پر پہنچنے والے ان مثالی کرداروں کا بھی جائزہ لیا جائے جنہوں نے انسانیت کو حسن و جمال اور تمدن مثالی چہرہ دکھایا۔

رومی سلطنت کی ابتدائی آیام سے بھی پہلے سپین کا علاقہ بحیرہ روم کے مختلف اقوام کے لئے پرکشش خطہ رہا ہے۔ نہ صرف مغربی یورپ کی مختلف اقوام بلکہ افریقیوں نے بھی اکثر و بیشتر یہاں کا روح کیا اور مستقلاً یہاں آباد

ہوتے رہے۔ان قدیم اقوام میں باسک (Basque)جوآج بھی اپنی منفرد حیثیت باقی رکھے ہوئے ہیں،کلٹ(Celt)اور آئبیرین (Iberians)زیادہ مشہور ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ورژن 2012نے لکھا ہے کہ اندلس میں داخل ہونے والی قدیم ترین بیرونی اقوام میں فونیقی (Phoenesians)اور قرطاجنہ(Carthagenians)زیادہ اہم ہیں

"۱۰۰۱ق م کے بعد فنیقی(Phoenicians)،یونانی اور قرطاجنہ نے یہاں آکر آباد ہونا شروع کیا۔ان بیرونی آباد کاروں کو مجموعی طور پر آئی بیری کہا جاتا ہے۔۱۹ق م میں رومیوں نے آکر تمام گروپوں کو یکے بعد دیگرے شکستیں دے کر پورے خطے کو ایک سیاسی حکومت کے زیر اثر لایا۔ پانچویں صدی عیسوی میں رومی حکومت اس وقت ختم ہوگئی جب جرمنی النسل اقوام سوبی(Seubi) ،الانی(Alani) اور ونڈال(Vandal)اور آخر میں وزی گاتھ(Visigoth) نے اس علاقے پر حملہ کیا"۔(۱)

مشہور تاریخی روایات کے مطابق گاتھ بادشاہوں کے آخری فرمانروا غطشہ(Vetiza)کو اس کے فوجی کمانڈر راڈرک نے کلیسا کے سازش سے قتل کرکے حکومت پر قبضہ کیا۔ یہ فوجی حکمران شاہی خاندان کا فرد نہیں تھا لیکن اپنی فوجی قابلیت کے بل بوتے پر بہت جلد ملک کے سیاہ وسفید کا مالک بن گیا۔طارق بن زیاد کے حملے کے دوران راڈرک کا اہم ترین گورنر جو سبتہ(Ceuta)اور طنجہ(Tangier)پر حکمران تھا،کا تعلق سابقہ شاہی خاندان سے تھا۔اس گورنر کا نام کاونٹ جولیئن تھا۔ سپین پر عرب اور بربر افریقی مسلمانوں کے کامیاب حملے اور قبضے میں کاونٹ جولیئن کا کردار سب سے اہم ہے۔ مصنف ابن الاثیر اپنی کتاب "مسلمان یورپ میں" میں لکھتے ہیں۔۔۔

"کاونٹ جولین کو عرب تاریخ نویسوں نے مختلف ناموں سے یاد رکھا ہے،الیان (بلاذری)، ایلیان (ابن عذاری) اور یولبان ۔ دورِ حاضر کے بعض مورخین نے اسے البان (OLBAN)اور بعض نے اسے اربن(URBAN)کے نام سے بھی یاد کیا ہے۔وہ غیطشہ کا داماد اور سبتہ(CEUTA) اور طنجہ(Tangier)کا حکمران تھا۔جولین نے نہ صرف مسلمانوں کی خدمت میں تحفے تحائف پیش کیے بلکہ طارق کی افواج کو دوسرے کنارے تک لے جانے کے لیے اپنا بحری بیڑہ ان کے حوالے کر دیا تھا۔قرمونہ کے مشہور محاصرے میں وہ موسیٰ بن نصیر کے ساتھ شریک تھا۔اس فتح کے بعد ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ اس کا حشر کیا ہوا اور وہ کس ڈرامائی انداز سے تاریخ کے صفحات سے روپوش ہوگیا۔اس کی اولاد

میں ابو سلیمان ایوب بن الحکم بن یلیان کا وجود ، جو اپنے عہد کے عظیم مفکر اور فقیہہ تھے غنیمت ہے۔ابو سلیمان ایوب کا انتقال ۹۲۲ھ میں ہوا۔"(۲)

ویسے تو اندلس کی فتح کے حوالے سے طارق بن زیاد اور افریقی گورنر موسیٰ بن نصیر زیادہ مشہور ہیں لیکن تاریخی حقیقت یہ ہے کہ موسیٰ نے عام حملہ کرنے سے پہلے طریف نامی کمانڈر کو اپنے مختصر دستے کے ساتھ ہر اول کے طور پر بھیجا تھا۔ کمانڈر طریف بن ابی زرعہ النخعی نے پانچ سو مجاہدین کا دستہ لیکر سن 91ہجری میں سیرا ڈی لا لونا(Seirra De La Luna)نامی مقام پر یلغار کیا۔ یہ حملہ فقط دشمن کی طاقت کا اندازہ لگانے کے لئے تھا ۔کیونکہ بن نصیر جیسا زیرک گورنر ایک اجنبی ملک پر بغیر معقول معلومات کے حملہ کے لئے تیار نہیں تھا۔ طریف نے چند ساحلی مقامات پر عارضی طور پر قبضہ کیا اور ضروری معلومات اکٹھی کر کے چند دن بعد واپس افریقہ لوٹا۔ طریف جس مقام پر اترا تھا بعد میں اس کا نام جزیرہ طریف مشہور ہوا۔

طریف کے کامیاب حملے کے بعد موسیٰ نے باقاعدہ حملے کے لئے سات ہزار مجاہدین پر مشتمل ایک فوج ترتیب دے کر اپنے آزاد کردہ غلام طارق بن زیاد کی سپہ سالاری میں سپین روانہ کیا۔ فوج کو سپین کے ساحلوں پر پہنچانے کے لئے زیادہ تر بحری جہاز سبتہ کے گورنر کاونٹ جولین نے مہیا کر دیے۔ یہ فوج جس مقام پر اتری اس کا نام بعد میں جبل الطارق مشہور ہوا۔اس سے پہلے اس پہاڑی ساحل کا نام کیلپے (Calpe) تھا۔اس مقام پر دنیا کے جنگی تاریخ کا مشہور ترین واقعہ پیش آیا جب طارق بن زیاد نے اپنے ہی جہازوں کو جلانے کا حکم دیا۔اسی واقعے کو اقبال نے "پیام مشرق" میں بہترین طریقے سے چند اشعار میں سمویا ہے۔عام سپاہی جہازوں کو جلتے دیکھ کر پریشان ہونے لگے۔ اور اسی عالم میں اپنے کمانڈر سے بد دل ہو کر اعتراض کرنے لگے:

دوریم از سواد وطن باز چوں رسیم
ترک سبب ز روئے شریعت کجا رواست

پیام مشرق، ص: ۱۵۰

طارق کا جواب حیران کن تھا۔ جنگ کے ماہرین جو تدبیر اور عقلی حکمت عملیوں پر انحصار کرتے ہیں اس قسم کے جواب یا حکمت عملی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ طارق نے کہا:

خندید و دست خویش بہ شمشیر برد و گفت
ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

پیام مشرق، ص: ۱۵۰

اس واقعے کے بعد طارق کے سپاہی ساحلی علاقوں سے اندرون ملک کی طرف بڑھے زرا آگے ایک اور ریاستی گورنر تدمیر (Theodomir) کی فوجوں سے مڈ بھیڑ ہوئی۔ لیکن وہ جم نہ سکا اور سراسیمہ ہو کر راڈرک کی بھاگ نکلا۔ راڈرک کے دربار میں جو الفاظ اس نے بولے وہ کئی تاریخ دانوں نے نقل کئے ہیں:

"انہ قد نزل باارضنا قوم لا ندری امن السماءھم ام من الارض"۔(۳)

"ترجمہ: ہماری زمین پر ایک نئی قوم نے نزول کیا ہے ہم نہیں جانتے کہ وہ آسمان سے اتری ہے یا زمین سے نکل آئی ہے"

تدمیر کے اس خوفناک خبر کو سن کر راڈرک نے بھرپور تیاری شروع کی۔ ملک کے تمام صوبوں سے فوجی دستے ایک مقام پر جمع کرنے شروع کیے۔ ہتھیاروں اور دوسری ساز و سامان کے ذخیرے میں اضافہ کرنے لگا۔ چند دنوں کے اندر اندر ایک عظیم الشان فوج کھڑی کر دی۔ بعض مورخین اس فوج کی تعداد اسی ہزار بتاتے ہیں۔ جب کہ بعض کے ہاں اس کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔ طارق کو جب راڈرک کی اس عظیم فوج کا پتہ چلا تو موسیٰ کو مزید کمک بھیجنے کی درخواست کی لیکن کوششوں کے باوجود موسیٰ پانچ ہزار سے زیادہ سپاہی نہ بھیج سکا۔ دونوں فوجیں لاجند (La Junda) جھیل کے کنارے ایک دوسرے سے ٹھکرانے لگیں۔ میدان کار زار 19 جولائی سے 26 جولائی تک گرم رہا ان سات دنوں میں فوجیں شکست و فتح سے بے نیاز ہو کر بے جگری سے ایک دوسری پر ٹوٹ پڑیں۔ کبھی ایک فوج کا پلڑا بھاری رہا اور دوسری کا۔ 26 جولائی کی رات طارق نے فیصلہ کن حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ 27 جولائی کی صبح چند آزمودہ سپاہیوں کو لیکر خود آگے بڑھا۔ اور دشمن لشکر کے قلب پر حملہ کیا۔ بڑی جان کاہی کے بعد یہ شیر دل کمانڈر راڈرک تک پہنچا۔ راڈرک نے خود کو لاچار پا کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن سامنے نا قابل عبور جھیل کو پایا۔ مایوسی کی عالم میں وہ جھیل میں کودنے لگا۔ اور اسی جھیل کا پانی راڈرک کا آخری آرام گاہ ثابت ہوا۔ اپنے سپہ سالار کی یہ حالت دیکھ کر باقی لشکر منتشر ہوا اور میدان عربی شہسواروں کے ہاتھ رہا۔ اس کے بعد ایک لمحہ ضائع کیے بغیر طارق آگے بڑھا۔ بہت کم مدت میں سپین کے تمام بڑے مراکز اور شہر طارق کے آگے سرنگوں ہو گئی۔ اس عظیم الشان کامیابی کو اقبال نے بڑے دل نشیں انداز میں پیش کیا ہے:

یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی
خیاباں میں ہے منتظر لالہ کب سے
قبا چاہیے اس کو خونِ عرب سے

کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا
خبر میں ، نظر میں ، اذانِ سحر میں
طلب جس کی صدیوں سے تھی زندگی کو
وہ سوز اس نے پایا اُنہی کے جگر میں

بالِ جبریل، ص:۱۰۵

اس عظیم فتح کے بعد طارق اور اس کے جانشینوں کی اولاد میں وہ مثالی کردار پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اندلس کو باقی دنیا کے لیے تہذیب و تمدن اور انسانی معراج کا ایک اعلیٰ نمونہ بنادیا۔خوش قسمتی بعد کے ادوار میں اندلس کو عبدالرحمن الداخل ،ہشام بن عبدالرحمن ،الحکم ،ابن ابی عامر اور خلیفہ المنصور جیسے عظیم حکمران اور مدبر نصیب ہوئے۔انہوں نے اندلس کو علوم و فنون، تجارت اور ہنر مندیوں کا مرکز بنادیا۔یہی وہ کردار تھے جن کو اقبال نے "حامل خلق عظیم" قرار دیا۔یہ وہ صحرا نشین تھے جنہوں نے یورپ کی تاریکیوں میں روشنی کی قندیلیں روشن کیں۔

پھر یہی لوگ تھے جنہوں نے مشرق و مغرب اور خصوصاً یورپ کو علم و فضل سے روشناس کرایا اور تمدنی آداب سکھائے۔ ہسپانیہ کا مسلم دور حکومت حکمت و روشنی کا ایسا مینار تھا جس سے یورپ نے اپنی تاریکیوں کو منور کیا۔یورپ پر اندلسی مسلمانوں کے احسانات سے تاریخیں بھری پڑی ہیں۔یورپ کے عیسائی سپین کی مسلم درسگاہوں میں اعلیٰ تعلیم کے لیے وظیفوں پر آیا کرتے تھے۔مورخ ڈوزی کا بیان ہے کہ الحکم کے زمانے میں اندلس میں شاید ہی کوئی شخص ہو جو لکھ پڑھ نہ سکتا ہو جبکہ یورپ میں ایک خاص طبقے کے چند لوگوں کے سوا تمام آدمی ان پڑھ تھے۔(۴)

یورپی مورخین اندلس کی ترقی اور عروج پر استعجاب کا اظہار کرتے ہیں۔ایک مشہور مغربی مورخ اس طرح رقم طراز ہے:

> "The moors organized the wonderful kingdom of Cordova which was the marvel of the middle ages and which while all Europe was plunged into

barbaric ignorance and strife, alone held the torch of learning and civilization bright….and shining before the western world . Where they got their talent for administration, it is hard to say, for they came almost direct from the Arabian Desert, and rapid tide of victories had left the little Leisure to acquire the art of managing foreign nations.”

ترجمہ: "مسلمانوں نے قرطبہ کی حیران کن سلطنت منظم کی جو قرون وسطیٰ میں ایک عجوبے سے کم نہ تھی۔ اس زمانے میں جبکہ یورپ وحشت و جہالت اور نزاعات میں گرا ہوا تھا صرف ان کے پاس علم اور تہذیب کی قندیل تھی اور پورے مغرب کے مقابل روشن تھی۔ یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ انہوں نے حکومت چلانے کی یہ صلاحیت کہاں سے سیکھی تھی کیونکہ وہ براہ راست عرب ریگستان سے تعلق رکھتے تھے اور فتوحات کی بڑی تیز رو نے ان کے لیے فراغت کا بہت کم وقت چھوڑا تھا۔ جس میں وہ باہر کی اقوام کے انتظام وانصرام کے طریقے سوچ سکیں۔"(۵)

ممتاز منگلوری ایک اور مغربی مورخ اور مفکر فلپ ہٹی کی تحریر کو یوں نقل کرتا ہے:

“Moslem Spain wrote the brightest chapters in the intellectual history of the medieval Europe. Between the middle of the eighth and beginning of the thirteenth centuries the Arabic speaking were the main bearers of the torch of culture and civilization throughout the world. (6)

ترجمہ: "مسلم سپین نے قرون وسطیٰ کے یورپ کے عقلی علوم کی تاریخ میں روشن ترین باب کا اضافہ کیا۔ آٹھویں صدی کے وسط اور تیرھویں صدی کی ابتداء کے درمیان عربی بولنے والے پوری دنیا میں تہذیب و ثقافت کے سب سے بڑے علم بردار تھے۔"

یہی مضمون نگار ایک اور مشہور مصنف اور تاریخ دان سکاٹ کے حوالے سے اندلس میں مسلمانوں کے کارناموں کو ایک ایک کرکے گنواتا ہے۔ کوئی معلوم میدان عمل ایسا نہیں جس میں طارق کے جانشینوں نے نمایاں کامیابیاں حاصل نہیں کیں۔ سکاٹ کے مطابق اس زمانے کے معلوم علوم اور مہارتوں مثلاً طب، سائنس، علم جغرافیہ، فلکیات، تعلیم، جہازرانی، فنون جنگ، زراعت، تجارت، ریاضی، فلسفہ، قانون اور دوسرے میدانوں میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ آج کا جدید عقل بھی اس کا احاطہ کرنے میں ناکام ہے۔ سکاٹ کے مطابق:

"صرف قرطبہ شہر میں آٹھ سو مدارس تھے جن میں اساتذہ تدریس کے ذریعے مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کو بلا تعریف مذہب و ملت تعلیم دیتے تھے۔ قرطبہ یونیورسٹی میں تمام جماعتوں میں اوسطاً حاضری روزانہ تقریباً گیارہ ہزار طلبہ کی تھی کالجوں کے نصاب، یونیورسٹی کے داخلے کے امتحان، ڈگریاں، انعامات، وظائف، مشاعرہ، مخاطبہ کے مقابلے وہی تھے جو آج کل کے ہیں۔ سب سے پہلے عربوں نے ہی مدت سال کا صحیح حساب لگایا۔ ان ہی نے ستاروں کی رفتار کا جدول تیار کیا۔ کسور اعشاریہ کے قواعد کے مخترع عرب ہی ہیں۔ الجبرا کے مطالعہ کو ان ہی نے ترقی دی۔ موجودہ علم مساحت المثلثات (Trigonometry) ان ہی کی ایجاد ہے۔ وہ حساب التمام و التفاضل (Calculus) کے اصول سمجھتے تھے۔ اشبیلی نے مساحت کر دی المثلث (Spherical Trigonometry) کے قاعدوں میں سے ایک اہم قاعدہ شائع کیا۔ زرقلی طلیطلی سب سے پہلے شخص ہیں جس نے مدار النجوم کے لیے بیضوی راستہ (Elliptical orbit) تجویز کیا۔ ایک قابل ذکر شخص (ابن الخطیب قرطبیؒ) کی علم مابعد الطبیعات، تاریخ اور طب پر گیارہ سو تصانیف ہیں۔ ابن حسن فلسفے اور فقہ کی چار سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ علم کیمیا و دواسازی کے وہی موجد ہیں۔ جو چیز ان کی شہرت کو خلعت بقائے دوام عطا کرنے کے لیے کافی ہے وہ ان کی نمک اور شورے کا مرکب تیزاب ہے جس کا ذکر ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ الحکم کا کتب خانہ کم از کم چار لاکھ کتب پر مشتمل تھا جس کا کیٹلاگ ۴۴ جلدوں میں تھا۔ وادی الکبیر کے دونوں کناروں پر برابر تیس میل تک میوہ دار درختوں کی قطاریں تھیں۔ اندلس کے تجارتی جہازوں کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی۔ ملک میں اسی (۸۰) میونسپلٹیاں اول درجے کی اور تین سو دوم درجہ کی تھیں۔ قرطبہ میں تیرہ ہزار پارچہ باف، ایمیریا میں چار ہزار آٹھ سو کپڑے کی کھڈیاں تھیں۔ اشبیلیہ کے کپڑے کے کارخانوں میں ایک لاکھ تیس ہزار کاریگر تھے"۔(۷)

ویسے تو اقبال کے پورے کلام میں اندلس اور اندلسی مسلمانوں سے متعلق بہت سارے اہم اشعار ملتے ہیں۔ لیکن "بال جبریل" میں چھ بہترین نظمیں یعنی دعا، مسجد قرطبہ، قید خانے میں معتمد کی فریاد، عبدالرحمن اول کا بویا ہوا

کھجور کا پہلا درخت، ہسپانیہ اور طارق کی دعا ایک ہی فکری سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ ان نظموں میں ذکر کردہ مثالی کرداروں اور ان کے کارناموں سے اقبال کی والہانہ محبت کے بارے میں غلام رسول ملک لکھتے ہیں:

"شاعرِ اقبال ہے جسے اسلام کے ذرے ذرے سے بے انتہا عقیدت و محبت ہے۔ یہ محبت و عقیدت ان کے قلب و روح کے مسکن یثرب تک محدود نہیں بلکہ جہاں جہاں بھی تاجدار مدینہ ﷺ کے نام لیوا ہیں یا ماضی میں رہے ہیں، وہاں وہاں تک اس کی پہنچ ہے۔ صقلیہ انہیں تہذیب حجازی کا مزار نظر آتا ہے اور سرزمین دلی سجود دل غم دیدہ ہے، ذرے ذرے میں لہو اسلاف کا پوشیدہ ہے۔"(۸)

فکر اقبال میں جو مرتبہ اندلس اور اندلسی مسلمانوں کے بے مثال کارناموں کو حاصل وہ حجاز اور مدینۃ النبی ﷺ کے بعد کسی بھی ملک یا قوم کو حاصل نہیں۔ قرطبہ اور قرطبی مسلمانوں کا ذکر وہ جن پاکیزہ الفاظ میں کرتا ہے۔ وہ پورے کلام اقبال میں ایک منفرد خلوص اور اقبالی عشق کا مرقع ہے۔ اقبال نے جب 1933 میں اندلس کے شاندار اسلامی تہذیب کے آثار و نقوش کو دیکھا تو ان پر بیم ورجا کی ایک ملی جلی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس روحانی اور وجدانی تجربے کے نتیجے میں "مسجد قرطبہ" جیسی شاہکار اور لازوال نظم کی تخلیق ہوئی۔ اس نظم کی بابت جگن ناتھ آزاد کا بے ساختہ تبصرہ انتہائی دلچسپ اور اردو ادب کا بہترین مرقع ہے:

"مجھے اپنی زندگی میں دو لاکھ بیاسی ہزار نو سو بیس مربع فٹ کے رقبے میں بنی ہوئی اس عظیم الشان مسجد کو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا اور تصور کو اس مسجد کے جلال و جمال کا اندازہ کرنا آسان بھی نہیں۔ اگر مجھے ہسپانیہ کی اس مسجد کو دیکھنے کا موقع ملے تو شاید اس وقت بھی میں یہ فیصلہ نہ کر سکوں کہ ہسپانیہ کی مسجد قرطبہ زیادہ جلیل و جمیل ہے یا بال جبریل کی مسجد قرطبہ"۔(۹)

ماضی سے محبت یعنی رومانی انداز نظر اقبال کا خاصہ ہے لیکن اندلس سے متعلق اقبال کے افکار انتہائی عروج پر پہنچتے ہیں۔ اسلامی تمدن کے یہ نقوش جو شہروں، قصبوں اور کھنڈروں کی صورت میں پائے جاتے ہیں محض سنگ وخشت کے ڈھانچے نہیں بلکہ فکر اقبال میں وہ انتہائی دلاویز اور اعلیٰ نمونے ہیں۔ مزید یہ کہ ان نقوش کا تعلق دیکھنے اور سننے سے زیادہ محسوس کرنے سے ہے۔ مثال کے طور پر ایک عام قاری جب مسجد قرطبہ کا نام سنتا ہے تو اس کے ذہن میں مسجد کے میناروں، صحن، گنبدوں، محرابوں یا زیادہ سے زیادہ اس کی بہترین فن تعمیر کے حوالے سے تصور کر سکتا

ہے۔ لیکن حقیقت میں نظم "مسجد قرطبہ" کا مرتبہ ان مادی تصورات سے بہت بلند ہے۔ فکر اقبال نے جو مسجد تخلیق کی ہے وہ محض عالیشان عمارت کی تعریف و توصیف نہیں بلکہ ایک مثالی (Ideal) عشقیہ داستان ہے، جس میں بندہ فطری طور پر خود کو کھونا چاہتا ہے۔ ایک عامی بھی یہ آرزو رکھتا ہے کہ زمان و مکان کی طنابیں سکڑ کر وہ اس دور اور اس عشقیہ داستان کا ایک کردار بن پائے۔

بال جبریل کی ان نظموں اور خصوصاً "مسجد قرطبہ" میں جس عشق کو دریافت کیا گیا ہے اس کی بدولت نہ صرف اندلسی مسلمانوں کے کردار کو بقائے دوام حاصل ہوا بلکہ اس کے نتیجے میں وہ شاہکار فکر تخلیق ہوئی جس نے اقبال کے فن کو بھی لازوال اور زندہ جاوید بنا دیا:

اے حرم قرطبہ ! عشق سے تیرا وجود — عشق سراپا دوام جس میں نہیں رفت و بود
رنگ ہو یا خشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف و صوت — معجزہ فن کی ہے خون جگر سے نمود
تیری فضا دلفروز ، میری نوا سینہ سوز — تجھ سے دلوں کا حضور ، مجھ سے دلوں کو کشود
کافر ہندی ہوں میں ، دیکھ میرا ذوق و شوق — دل میں صلوۃ و درود، لب پہ صلوۃ و درود
تیرا جمال و جلال ، مرد خدا کی دلیل — وہ بھی جلیل و جمیل ، تو بھی جلیل و جمیل
تیری بنا پایدار، تیرے ستوں بے شمار — شام کے صحرا میں ہو جیسے ہجوم نخیل
مٹ نہیں سکتا کبھی مرد مسلمان کہ ہے — اس کی اذانوں سے فاش ، سر کلیم و خلیل
اس کی زمین بے حدود، اس کا افق بے ثغور — اس کے سمندر کی موج، دجلہ و دنیوب و نیل
اس کے زمانے عجیب، اس کے فسانے غریب — عہد کہن کو دیا اس نے پیام رحیل
ساقی ارباب ذوق ، فارس میدان شوق — بادہ ہے اس کا رحیق ، تیغ ہے اس کی اصیل
کعبہ اربابِ فن ! سطوت دین مبین — تجھ سے حرم مرتبت اندلسیوں کی زمیں
آہ ! وہ مردان حق ، وہ عربی شہسوار — حاملِ خلق عظیم ، صاحب صدق و یقیں
جن کی نگاہوں نے کی تربیت شرق و غرب — ظلمت یورپ میں تھی جن کی خردِ راہ بیں
جن کے لہو کے طفیل آج بھی ہیں اندلسی — خوش دل و گرم اختلاط ، سادہ و روشن جبیں
آج بھی اس دیس میں عام ہے چشم غزال — اور نگاہوں کے تیر آج بھی ہیں دل نشیں
بوئے یمن آج بھی اس کی ہواوں میں ہے — رنگ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے۔

بال جبریل، ص: ۹۵،۹۸،۹۹

"مسجد قرطبہ "ایک جذباتی سیلان ہے۔درجہ بدرجہ اس کے اشعار کی گہرائی، معنویت ،دردمندی ،اور روحانی کشش اپنی انتہا(Perfection) کی طرف جارہی ہے۔افکار کی تیزی اور عمق اس عمارت کو مادے سے اٹھا کر ایک افسانوی دنیا میں تبدیل کر دیتا ہے اور جب یہ افکار اپنے عروج پر پہنچ جاتے ہیں۔تو درد وداغ و جستجو کی لہروں میں ڈوب اقبال اپنے آپ سے اور ملت مرحوم سے استفسار کرنے لگتا ہے:

کو ن سی وادی میں ہے کو ن سی منزل میں ہے
عشق بلا خیز کا قافلہ سخت جاں !

بال جبریل،ص:۹۹

اس ایک شعر پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ شاید درجن بھر کتابیں بھی اس کی معنوی گہرائی کا احاطہ نہ کر سکے۔

اندلس سے متعلق اقبال کے افکار کا یہ عالم ہے کہ ایک ہی شعر میں صدیوں پر پھیلے ہوئے عظیم الشان تہذیب کے کرداروں اور کارناموں کو بڑے دلنشیں انداز میں پیش کیا ہے۔"عشق بلا خیز کا قافلہ سخت جاں !""کا تو اقبال کی شخصیت پر ایک لازمی وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اندلس اور اندلیسوں سے ہمارا تعلق محض ماضی کے حوالے سے اور یہ موضوع بھی غم انگیز اور پر درد ہے لیکن فکر اقبال کا طلسم یہ ہے کہ اسے بھر پور رجائی انداز(Optimistic) سے ایسے نغمے کی صورت میں الاپتا ہے جس کی لے میں خون جگر کی آویزش صاف نظر آتی ہے:

نقش ہیں سب نا تمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سو دائے خام خون جگر کے بغیر

بال جبریل،ص:۱۰۱

اقبال کی نظموں میں خصوصاً اور دوسرے اشعار میں عموماً اگر ہم اندلس اور اندلسی کرداروں کا دوسرے کرداروں اور مقامات سے موازنہ کریں تو ہمیں یہ اندازہ باآسانی ہو سکتا ہے کہ فکر اقبال اور فن اقبال میں اندلس کو ایک حیاتیاتی قوت محرکہ (Vitlal Force) کی حیثیت حاصل ہے اور یہی وہ خاص وجہ ہے کہ ان کے افکار پر اندلس اور ہسپانیہ مانند حرم طاری ہے:

ہسپانیہ تو خون مسلماں کا امیں ہے
مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں

پو شیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحر میں
پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حنا کی
باقی ہے ابھی رنگ میرے خونِ جگر میں

بالِ جبریل، ص:۳۰۱

حوالہ جات

1.Encyclopedia Britannica Reference suite 2012, subject: Andalusia

۲۔ محمد احسان الحق سلیمانی، مسلمان یورپ میں، ص:۱۸، مقبول اکیڈمی لاہور طبع سوم ۱۹۸۳

۳۔ المرقی، الاخبار الاندلس، ج:۱، ص:۲۱۷

۴۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، اقبال کی طویل نظمیں، ص:۱۸۳، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۸

۵۔ ممتاز منگلوری، بحوالہ صحیفہ اقبال نمبر (اول) اکتوبر ۱۹۷۳، ص:۳۱۷

۶۔ ایضاً، ص:۳۱۳

۷۔ ایضاً، ص:۳۱۴تا۳۱۹

۸۔ ارمغانِ رفیع الدین ہاشمی، مرتبہ: ڈاکٹر خالد ندیم، ص:۱۹، الفتح پبلی کیشنز راولپنڈی ۱۹۱۳

۹۔ جگن ناتھ آزاد بحوالہ رفیع الدین ہاشمی، اقبال کی طویل نظمین، ص:۱۹۵

کتابیات

اقبال، محمد	کلیات اقبال اردو	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۹۶
اقبال، محمد	کلیات اقبال فارسی	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۳
احسان الحق، محمد، سلیمانی	مسلمان یورپ میں	مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۸۳

خالد ندیم، ڈاکٹر ارمغان رفیع الدین ہاشمی الفتح پبلیکیشنز راولپنڈی ۲۰۱۳

ریاست علی ندوی تاریخ اندلس دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۶۴

رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر اقبال کی طویل نظمیں، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۱۹۹۸

صحیفہ اقبال نمبر ۱۹۷۳ لاہور فنون اقبال نمبر ۱۹۷۸ لاہور

Dozy, Reinhard Spanish Islam Translated by E.G.Stokes Chatto & windus London 1913

Encyclopedia Britannica Ultimate reference suite 2012